رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳ ٢٦٨

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ

چھپا دست ہمت میں زور قضاء ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

الحکم

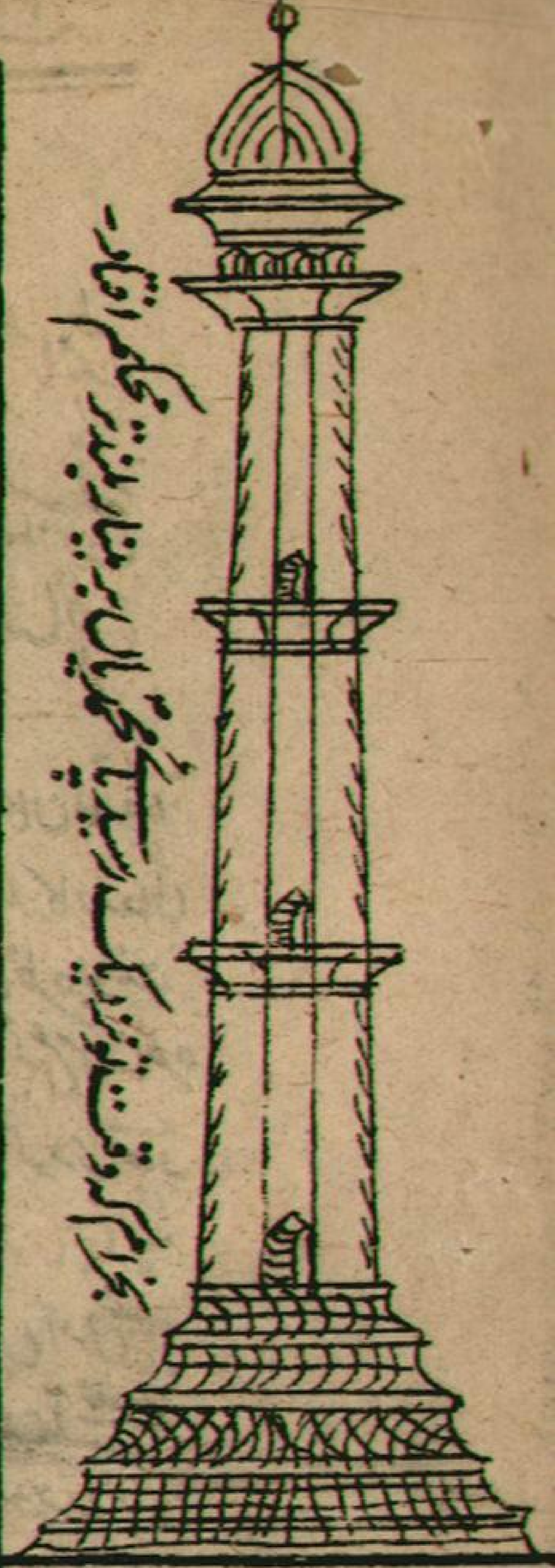

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی (ابن یعقوب) شیخ محمود احمد قادیانی

جلد ۲۳ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۰ء | نمبر ۳۲

فہرست مضامین

سلسلہ کی خبریں - صا
روئیداد مباحثہ - صا
خلاصہ لیکچر حضرت صاحب صا
آزاد یئے مصر - صہ
چمڑے کی تجارت - صہ
مضمون نگار پیغامی - صہ

Digitized by Khilafat Library

سلسلہ کی خبریں

مرکز - قادیان (۱) حضرت خلیفۃ المسیح خیریت سے ہیں۔ سلسلہ کی اصلاح میں مصروف ہیں۔

ولادت (۲) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے بڑے گھر میں ایک اور صاحبزادی تولد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولودہ مسعودہ کو حضرت مریم کیطرح بڑے سے بڑے مرتبے عطا فرمائے دنیا کے لئے نور بنائے۔ لمبی عمر دے اسموقعہ پر صدق دل سے حضرت کے حضور میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دیگر تمام خاندان نبوت اور حضرت ام المومنین نانا جان نانی صاحبہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(۳) حضرت کی صاحبزادی کی تقریب پیدائش پر تمام دفاتر اور مدرسے خوشی کے لئے بند رہے۔

ولادت (۴) حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے گھر میں بھی اللہ تعالےٰ نے اسی دن جسدن حضرت کے صاحبزادی پیدا ہوئی۔ دوسرا فرزند عطاء فرمایا۔ دعا ہے۔ مولود مسعود والدین کے لئے قرۃ العین ہو اور دین کا امام ہو۔ اور اسے لمبی عمر ملے اس تقریب پر بھی ایک دن کی چھٹی مدرسوں کو دیگئی میں حضرت مولوی صاحب اور ان کے خاندان کو صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ایک چوری۔ (۵) رخصتوں کے ایام میں ایک طالب علم مقصود علے کا بسترا قیمتی تیں ساڑھے تین سو بورڈنگ ہوس کے سٹور سے چوری ہوگیا۔ لڑکوں کے آنے پر بسترہ نہ ملا۔ اس سے پیشتر دلاور علے طالب علم کا بائیسکل اور لوی چوری ہوگئی تھی۔ جسکا کوئی پتہ نہ لگا تھا۔ اس موقعہ پر یہ معاملہ پولیس کے سپرد کیا گیا۔ قابل اور لائق سب انسپکٹر سید دلاور علیشاہ صاحب تحقیقات کے لئے تشریف لائے۔ ملزم بورڈنگ کا ایک پرانا ملازم مسمی ننھو نکلا۔ جو ہوشیار پور کے ضلع کا تھا۔ شاہ صاحب کی نکتہ رس طبیعت نے آخر اسکو پکڑ کر چھوڑا اس نے مال گم کر دیا تھا۔ مگر انہوں نے سب مال برآمد کرالیا۔ بائیسکل وغیرہ بھی مل گیا۔

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائیٹر چھپا۔ اور تراب منزل سے شایع ہوا)

اور بستره مع اسباب کے نکل آیا۔

جلسہ سالانہ غالباً سالانہ جلسہ کے سکرٹری حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب ہی مقرر ہوئے ہیں۔ جو گذشتہ دو سال سے اس کام کو عمدگی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اور انہوں نے اخراجات میں خاص طور پر بچت کر کے دکھائی ہے۔ سالانہ جلسہ اب بہت قریب ہے۔ قریباً دو ماہ رہ گئے ہیں۔ احباب ابھی سے تیاری کریں۔

حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب کو اب آرام ہے۔ خدا اس قابل وجود کو ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رکھے۔

کریم پور میں جلسہ ضلع جالندھر میں نوشہر اسٹیشن سے جنوب مشرق میں ۳ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں کریم پور ہے۔ وہاں مورخہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو جلسہ قرار پایا ہے۔ جلسہ پر مولانا راجے کی صاحب مولانا بقاپوری صاحب تشریف لے جاوینگے۔ جالندھر اور ہوشیارپور کے احباب خاص طور پر جلسہ کو بارونق بنانے کی کوشش کریں۔

جہلم چوری۔ مولوی عبدالمغنی صاحب خلف الرشید مولانا برہان الدین مرحوم کے گھر جہلم میں چوری ہو گئی ہے۔ چور تمام مال کپڑے اور برتن زیور وغیرہ لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اور انکی بیوی کے سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے لاٹھی سے وار کیا۔ مولوی صاحب خود گھر نہ تھے۔ یہ واقعہ سخت قابل افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ مولوی صاحب کی تمام کمیوں کو پورا کر دے۔ اور مالا مال کر دے۔ احباب دعا کریں۔

درخواست دعاء مونگھیر۔ سید وزارت حسین صاحب مونگھیری جو وہاں کے سکرٹری بھی ہیں اور قابل قدر انسان ہیں۔ کچھ بیمار ہیں۔ اور دعاء کی درخواست کرتے ہیں۔

سونگھڑہ ضلع کٹک کی احمدی جماعت اس جماعت کے سکرٹری مولوی محمد احمد صاحب فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ قادیان ہیں۔ مولوی صاحب دائم المرض ہونے کے باوجود چندوں کی وصولی لوگوں کی اصلاح میں کوشاں رہتے ہیں تبلیغ کی بہت تڑپ ہے۔ ایک دینی مدرسہ قایم کیا ہے۔ اسکے مدرس خود اور سید حاجی احمد علی صاحب ہیں۔ نیز اسجگہ مقامی سالانہ اجلاس ۲۲ و ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ہے۔ (صمصام الدین)

بمبئی ۱۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو لیکچر ہوا۔ پہلے بھائی صفدر حسین صاحب نے حضرت صاحب کی نظم بہت خوش الحانی سے پڑھی۔ اسکے بعد شیخ عبدالقادر صاحب کتب فروش نے مختصراً بیان کیا۔ پھر چودہری سردار علی صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی۔ آپ نے مسلمانوں کے تنزل کو پیش کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کو پیش کر کے ترقی کا ذریعہ بتایا۔ حاضرین خوب آگئے غیر احمدی احباب بھی تھے اور اخیر وقت تک سنتے رہے۔ آخیر میں وکیل کا ریویو بر وفات حضرت پڑھکر سنایا۔ دوسرے اتوار یعنی ۲۶ ستمبر کو پھر جلسہ ہوا پہلے مکرم صفدر حسین صاحب نے مسیح موعودؑ کی نظم پڑھی پھر سید محمود صاحب ایک اور نظم پڑھی۔ اسکے بعد چودہری صاحب کا لیکچر ہوا مسئلہ نبوت پر پونے دو گھنٹہ تقریر ہوئی مجمع اچھا تھا اس ہفتہ ایک کمپاونڈر صاحب غیر احمدی آئے انکو خوب تبلیغ ہوئی اچھا اثر لے کر گئے۔ اور جلسہ کامیابی سے ہوا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

روئداد مباحثہ

موضع عالم پور کوٹلہ متصل اُڑمڑ ٹانڈہ میں مولوی محمد آمین صاحب مبلغ انجمن اہلحدیث امرتسر کا مناظرہ

مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز جمعہ بر مکان خانصاحب عزیز الرحمٰن خان رئیس عالم پور کوٹلہ کارروائی مناظرہ مقرر ہوئی۔ قبل از وقت مناظرہ بوقت ۹ بجے صبح کے مناظر ثانی کو اطلاع دیگئی کہ مناظرہ کی کارروائی شرائط طے کر کے شروع کر دی جاوے مگر مناظر ثانی کیطرف سے فی الحال کوئی جواب نہ ملا۔ پھر دوبارہ مناظر ثانی کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ پھر بھی مناظر ثانی مناظرگاہ میں آنیسے گریز کرتا رہا۔ آخر کار یہ خاکسار مع چند احباب کے مناظر ثانی کے پاس گیا۔ مناظرہ کے متعلق ان کو کہا گیا۔ آخر بہت تکرار کے بعد مناظر ثانی مناظرگاہ میں آگئے۔ تو ہمارے مناظر صاحب نے فرمایا کہ آپ شرائط مناظرہ طے کر کے کارروائی مناظرہ شروع کر دیں۔ تو مناظر ثانی نے کہا۔ کہ مناظرہ تحریری اور تقریری ہونا چاہیئے۔ یعنی پہلے ایک گھنٹہ تحریر ہو جاوے پھر اسی تحریر پر لوگوں میں بیان کر دیا جاوے تو ہمارے مناظر صاحب نے فرمایا۔ ایک گھنٹہ ایک فریق کے پرچہ کو تحریر کرتے ہوئے خرچ ہو گا۔ اتنا ہی دوسرے کو تو اسطرح پبلک کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی پبلک اتنا عرصہ بیکار بیٹھ سکتی ہے۔ کیونکہ پبلک ایک گھنٹہ منہ تکتی رہیگی۔ کہ مولوی صاحبان کا کب پرچہ ختم ہو اور سنایا جاوے اس لئے بہتر ہے۔ کہ تقریر شروع ہو جاوے۔ تو مولوی ثانی نے فرمایا کہ مجھے پبلک سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں نے تو اپنی حق شناسی

کون ہے [illegible] تو ہمارے مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل مناظر نے فرمایا۔ کہ اگر آپ کا یہی مقصود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپکے لئے یہ مناظرہ مبارک کرے اگر اس مبارک مقصود سے پبلک کو بھی کچھ فائدہ پہنچ جاوے۔ تو آپ کا اس میں کیا حرج ہے۔ تو مولوی محمد امین فریق ثانی نے فرمایا۔ کہ فی الحال میں شرائط طے نہیں کر سکتا کیونکہ میرے ہم خیال کچھ چند آدمی باہر سے آنے والے ہیں۔ انکے آنے پر پھر اطلاع دیجاوے گی یہ بات کہکر مولوی صاحب ثانی اپنے مکان کو چلدیئے۔ اور یہ بھی کہہ گئے۔ کہ مناظرہ جمعہ کے بعد شروع کر دیا جاویگا۔ خیر مناظر گاہ میں عام احباب احمدی اور غیر احمدی بیٹھے ہوئے تھے تو ایک معزز صاحب نے سوال کیا۔ کہ مجھے مرزا صاحب کے اس الہام کا پتہ نہیں لگتا۔ جو کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا اور خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا۔

اسکے جواب میں ہمارے فاضل صاحب نے مولوی جلال الدین صاحب مناظر بیٹھے جواب دے رہے تھے۔ تو احباب کی طرف سے درخواست ہوئی کہ اسکے متعلق کھڑے ہو کر تقریر ہونی چاہیئے تو مولوی صاحب موصوف نے خوب مدلل تقریر فرمائی۔ جسکا لوگوں کے دلوں پر خوب اثر پیدا ہوا۔ اور اعتراض الہام کو خوب دلائل کے ساتھ حل کیا گیا۔ اسی طرح پر دوران تقریر میں غیر احمدیوں کی طرف سے اعتراض ہوتے چلے گئے جنکا جواب بھی مولوی صاحب فاضل خوب دیتے رہے۔ جو کہ عام پبلک کی سمجھ میں آتے گئے۔ اسکے بعد نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ اور جلسہ پبلک ختم کیا گیا۔ پھر جمعہ کی نماز کے بعد وقت مناظرہ کا قریب ہو گیا تھا۔ سب صاحبان مناظر گاہ میں آ گئے۔ اور دو بجے فریق ثانی کو

کہا گیا کہ وقت [illegible] کی طرف سے کوئی اطلاع ثانی نہیں ملی تو مناظر ثانی نے کہا۔ اچھا مناظرہ تقریری شروع ہونا چاہیئے۔ تو ہمارے مناظر صاحب نے کہا کہ اچھا آپ شروع کریں۔ اسکے بعد مناظر ثانی نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی پیشگوئی پر چند کتابوں کے حوالجات پر اعتراض کئے جنکے جواب میں ہمارے مولوی جلال الدین صاحب مناظر نے خوب تشریح کے ساتھ بڑے مدلل جواب دئے۔ جنکا پبلک کے دلوں پر اچھا اثر پیدا ہوا۔ اور ہر ایک خاص و عام کی سمجھ میں آ گیا۔ اور خاصکر مناظر ثانی کے دل پر بہت اچھا اثر ہوا جس سے پتہ لگا کہ فریق ثانی کا مقصد حق شناسی تھا۔ اور اسکے دلپر حق نے اچھا اثر کیا۔ کیونکہ وقت مناظرہ ختم ہو چکا تھا۔ تو فریق ثانی نے پانچ منٹ کی اور درخواست کی کہ مجھے ۵ منٹ اور دیئے جاویں۔ تاکہ میں بقایا شکوک کو رفع کر لوں۔ تو ہمارے مناظر صاحب نے پانچ منٹ کی جدید درخواست نہ منظور فرمائی اور فریق ثانی نے پھر دوسرے احباب کی سفارش کے ساتھ دس منٹ دینے کی درخواست کی تو تب ہمارے مناظر صاحب نے اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اور مناظر ثانی کے بقایا شکوک کو اچھی طرح سے بذریعہ حوالجات بخاری شریف و دیگر بزرگان دین کے حوالجات رفع کئے۔ اسکے بعد جلسہ مناظرہ ختم ہوا۔ اور نماز مغرب ادا کیگئی۔ نماز ادا کرنیکے بعد مولوی محمد امین کو پھر وہی حق مسجد کی طرف پکڑ کر لے آیا۔ اور آتے ہی مولوی صاحب نے ہمارے چند احباب کے نام نوٹ کئے۔ اور درخواست کی کہ اگر میں مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہوں۔ تو کس طرح پر کر سکتا ہوں۔ تو سب احباب نے کہا کہ آپ نے جب آنا ہو۔ ہمیں اطلاع دیں۔ یا قادیان میں آ جانا۔ ہم انتظام کر دینگے تو مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا میں حاضر ہونگا۔ اور ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ اخبار

[illegible] یا کوئی اور پرچہ میرے پاس بھیجنا۔ میں نے کہا کہ میرے پاس الفضل آتا ہے۔ میں ٹانڈہ میں آپکو دکھا دیا کرونگا۔ پھر کہنے لگے کہ نہیں میں نے ٹانڈہ سے چلے آنا ہے۔ اتنا کہکر مولوی صاحب چلے گئے۔ اور اپنے سب احباب مسجد سے اپنے مکان کو آ گئے۔

مولوی صاحب محمد آمین کے اس کہنے پر مجھے خیال پیدا ہوا ہے۔ جو کہ میں مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کروں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ مولوی صاحب کو مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی کا مفصل پتہ نہیں ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ اگر مجھے اس پیشگوئی کے شرائط مشروط ہونیکی خبر ہوتی۔ تو میں اسپر مناظرہ ہی نہ کرتا۔ خیر اب بھی اچھا ہو گیا۔ کہ مولوی صاحب کی غلطی کا ازالہ ہو گیا۔ آئندہ کیلئے پیشگوئی مذکورہ پر مناظرہ نہ کرینگے اور اپنی غلط فہمیوں پر۔

اب میں رپورٹ مناظرہ ختم کرتے ہوئے ان معززین احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن صاحبان نے اجلاس مناظرہ میں تشریف آوری فرما کر جلسہ کو بارونق کیا۔ اور بڑے امن اور غور و فکر کے ساتھ مولوی محمد آمین کے اعتراضوں کی تردید کو مدنظر رکھکر حق اور باطل سے فائدہ اٹھایا اور خاکسار خاصکر سردار اکھیر سنگھ صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ ٹانڈہ کی ان مہربانیوں کا جو کہ خاکسار کی معروض پر غور کر کے معہ ایک کنسٹیبل کے انتظامیہ معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیکر غریب نوازی کی۔ اور وقت مناظرہ کو بڑے امن کیساتھ پورا کیا۔ انکا نہایت مشکور ہوں۔ اور لالہ چندو لعل صاحب ساہوکار عالمپور اور خانصاحب عزیز الرحمٰن خانصاحب کا دل و جان سے مشکور ہوں۔ اور دیگر احباب کی بھی مہربانیوں کا مشکور ہوں۔ خدا انکو جزا خیر دے۔

والسلام

خاکسار سندھی شاہ احمدی پوسٹمین الٹمرہ (ٹانڈہ)

خلاصہ لیکچر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

مورخہ ۷؍ اکتوبر ۱۹۲۰ء

Digitized by Khilafat Library

غیرت اور اخلاق فاضلہ

حضور نے فرمایا۔ مینے سکول میں پہلے اس بات پر لیکچر دیا تھا۔ کہ اخلاق کی بہترین تربیت کیلئے بہترین موقعہ یہی ہے۔ اس سے بہتر زمانہ کامیابی کا بیج بونے کا کوئی نہیں آسکتا۔ یہ لیکچر عقائد اور ان کی درستی کیلئے کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ میں نے پچھلی دفعہ اخلاق پر ہی لیکچر دیا تھا۔ مگر وہ سبق بہتر ہوتا ہے۔ جو کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے۔ اس لئے میں پھر اخلاق کے لیکچر کو دہراتا ہوں:

دنیا میں کامیابی کی جو چیزیں ممد ہوتی ہیں۔ انمیں سے ایک غیرت بھی ہے۔ غیرت بعض وقت انسان سے وہ کام کروالیتی ہے جنکو بعد میں وہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ ڈرتا ہے۔ اور انکا خیال کر کے کانپ جاتا ہے۔ غرض غیرت ایک جوہر ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ نے بخشا ہے۔ اس غیرت کے ذریعہ سے لوگوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں روزانہ چھوٹے چھوٹے اور بڑے بڑے کاموں میں غیرت نظر آتی ہے۔ اور وہ مفید ہوتی ہے۔ ایک بڑے عالم کا واقعہ۔ ایک عالم گذرے ہیں۔ ان کے والد بہت بڑے عالم تھے۔ چونکہ قاعدہ ہے۔ کہ بڑے آدمیوں اور عالموں کے بیٹے اپنے والدین کی عزت کی وجہ سے بڑی بڑی مجلسوں میں جاسکتے ہیں۔ اور جاتے ہیں۔ اور حکیموں اور مولویوں اور ڈاکٹروں کے لڑکوں کو عموماً حکیم صاحب۔ مولوی صاحب اور ڈاکٹر صاحب کہا جاتا ہے۔ خواہ ان کو اپنے والد کے علم سے مس بھی نہ ہو۔ مگر ان کو زبردستی ان کی گدی پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ کوئی عالم نہ تھے۔ مگر اپنے باپ کے عالم ہونیکی وجہ سے بڑے بڑے لوگوں کی مجلسوں میں چلے جاتے تھے۔ ان کے باپ کی وفات کے بعد ایک مجلس مسجد میں بیٹھی ہوئی تھی۔ چونکہ یہ سستی کا زمانہ نہیں تھا اور مسلمان لوگوں کی ترقی کا زمانہ تھا۔ ہر فرصت کے وقت علمی مشغلے ہوتے تھے اس مجلس میں بڑے بڑے علماء اور وزیر تھے اور ایک بحث کلام پر ہو رہی تھی کہ فلاں شاعر بڑا ہے اور کیوں بڑا ہے۔ یہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ چونکہ لڑکپن کا زمانہ تھا۔ اسلئے یہ بھی بول اٹھا۔ مجلس میں بعض لوگ بردبار ہوتے ہیں۔ بات کو سنکر چپ ہو رہتے ہیں۔ مگر بعض ذرا تیز ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بولا۔ کہ تم اسلئے بولے ہو کہ تمہارا باپ عالم تھا۔ تمہارا کیا حق ہے۔ اس نے یہ سمجھکر کہ میرا حق نہیں۔ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہر سے باہر نکل گیا۔ راستہ میں پوچھا پھر۔ کہ بڑا عالم کون ہے۔ ان کو ایک عالم کا پتہ لگا۔ اسکے متعلق خوب چھان بین کی اور ان کے پاس چلے گئے۔ اور جاکر علم پڑھنے کے لیئے درخواست کی۔ انہوں نے حیران ہوکر جواب دیا۔ کہ اب تم بیس برس کے جوان ہو۔ تم کیسے پڑھوگے۔ مگر اس نے کہا کہ میں ضرور سیکھونگا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر تم ابتدائے زبان پڑھوگے۔ تو بیس برس لگینگے۔ اس نے پوچھا۔ کہ میں پورا کامل بننا چاہتا ہوں۔ جواب ملا۔ کہ چالیس سال لگینگے۔ اسکا ذہن تیز تھا۔ اور دوسرے اس مسجد والے جواب کے متعلق غیرت بھی تھی۔ اسلئے بہت جلد علم سیکھ گیا۔ اور اپنا اور اپنے استاد کا نام روشن کیا۔ پھر وہ تحصیل علم کر کے دوبارہ اسی بغداد کی مسجد میں آیا۔ اور درس دینا شروع کیا۔ اور کہا کہ اب بتاؤ مجھے بولنے کا حق ہے یا نہیں وہ بہت ہی بڑا عالم گزرا ہے۔ نو سو برس [illegible] ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں جو عربی پڑھے۔ اور اسکا ممنون احسان نہ ہونا پڑے اور اسنے صرف ایک لفظ پر اتنی ترقی کی کہ لوگ اسکی باتوں کو دیکھکر دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ سب غیرت کی۔ اور اسکے بعد اپنے دادا کی غیرت کا حال اور اس سے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اُسوقت اگر ایک انگریز خواہ وہ چوہڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں آجائے۔ تو لوگ اسکو سلام کرینگے۔ اور صاحب بہادر کہکر پکارینگے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اس کی قوم معزز ہے۔ غیرت پیدا کرنے کے لئے چند سامان ہوتے ہیں۔ اب میں بتاتا ہوں کہ ہمارے لئے بھی اسوقت سامان موجود ہیں۔ ہمارے لئے قومی غیرت ہے۔ اگر قوم معزز ہو۔ تو اسکی عزت قومی افراد کیطرف منتقل ہوا کرتی ہے جیسا کہ ایک چوہڑا انگریز اپنی قوم کے معزز ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں معزز ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس قوم کا وارث ہے۔ جسکا ممبر اسکا باپ ہے۔ اور آدمی کو دو قسم کا ورثہ پہنچتا ہے:

(۱) باپ کی طرف سے۔ (۲) قوم کی طرف سے اسوقت ایک مسلمان تجار جو کہ سلطنت ٹرکی کے جانے سے کابل جاتا ہے۔ اس کو کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا سلطنت تو ترکوں کیگئی۔ اگرچہ زبان سے بیان نہیں کرسکتا۔ مگر اسکا دل محسوس کرتا ہے۔ کہ اسکا بھی بہت سا ورثہ چلا گیا ہے۔ قومی عزت کے جانے کو دل محسوس کرتا ہے دوسری قسم کا ورثہ پہلی قسم کے ورثہ سے زیادہ قیمتی ہے اگرچہ تمہارے لئے غیرت کا سامان تمہارے باپ دادا کی طرف سے موجود نہیں۔ مگر پھر بھی اسلام کا ورثہ موجب غیرت ہے۔ اب مسلمانوں سے سیاست چھینی گئی۔ پہلے مسلمانوں کے بلا تحریر وعدوں پر اعتبار کیا جاتا تھا ایک وقت وہ تھا۔ جب سارے یورپ اور مصر کی فوجیں شام کو فتح کرنیکے لئے آئیں۔

اگرچہ مسلمانوں کا صرف ایک بادشاہ مقابلہ پر تھا۔ مگر سب کو ناکامی ہوئی۔ اس زمانہ کا ایک مؤرخ جو کہ صلیبی جنگوں میں شامل تھا۔ لکھتا ہے کہ اگر مسلمانوں کا ایک سپاہی ایک بات باہر جاکر کہہ دیتا تھا۔ تو وہ سب عیسائی بادشاہوں کے دستخط شدہ معاہدوں سے بہتر خیال کی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ کے ایک دفعہ جب مسلمانوں نے ایک قلعہ پر حملہ کیا۔ تو قلعہ والوں نے ایک حبشی سے جو کہ مسلمان تھا۔ جاکر معاہدہ کر لیا اور چونکہ وہ سیاست سے بالکل ناواقف تھا اس لئے جس طرح انہوں نے کہا۔ اسی طرح مان گیا جب قلعہ فتح ہوا۔ اور مسلمان قلعہ کے اندر گئے۔ تو قلعہ والوں نے کہا۔ کہ ہم نے تم سے عہدنامہ کیا ہوا ہے۔ جرنیل نے کہا کہ فوج کا افسر تو میں ہوں تم سے صلح کس نے کی۔ قلعہ والوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ ہمارے ساتھ ایک مسلمان نے معاہدہ کیا ہے۔ آخر سب فوج کھڑی کیگئی تو انہوں نے حبشی کیطرف اشارہ کرکے کہا ہم نے اس سے صلح کی۔ جرنیل نے کہا۔ کہ میں نہیں مانتا۔ بعض اصحاب کہنے لگے۔ کہ ماننا پڑے گا آخر جھگڑا حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ تو آپ نے فیصلہ کیا۔ کہ حبشی والا معاہدہ قایم رکھا جائے۔ تاکہ ہمارے آدمیوں کی زبان کا اعتبار نہ جاتا رہے۔

علم کا یہ حال تھا۔ کہ ایک عیسائی مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ اگرچہ مسلمانوں نے علوم میں ترقی نہیں کی۔ مگر انہوں نے ایک نہر چلادی۔ اور اگر وہ پرانے علوم کو اسوقت محفوظ نہ کرتے۔ تو وہ ضایع ہو جاتے۔ اور آجکل ترقی بھی نہ ہوسکتی کیونکہ یہ ترقی بھی انہی پرانے علوم کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ دشمن کی زبان سے اتنا نکلنا بھی مشکل ہے ؛

اخلاق کے لحاظ سے ظاہری شان و شوکت اسقدر بڑی تھی۔ کہ اسکا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسوقت اگرچہ عیسائی بھی حکمران ہیں۔ مگر انکے مقابلہ میں بھی ایک چیز کھڑی ہے۔ جو کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ اسوقت سب دنیا متفق ہے۔ کہ ہمنے غلامی سے آزاد ہونا ہے۔ مسلمانوں نے ملکوں کیساتھ دلوں کو بھی فتح کیا۔ اسلئے ان کے مقابلہ میں یہ آواز نہ تھی کہ ہم نے غلامی سے آزاد ہونا ہے اور لوگ مسلمانوں کے مطیع دل سے تھے۔ اسلئے یہ ہمارا سب سے بڑا ورثہ جاتا رہا ہے۔ جو کہ ہمنے لیا ہے۔ یہ شرافت اور غیرت کے خلاف ہے کہ ہم اپنے ورثہ کو واپس نہ لیں۔

کوئی زمانہ وہ تھا۔ کہ دشمن مسلمانوں کو گھر بلانے جاتے تھے۔ اور حکومت کراتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے وقت چند واقعات سے ظاہر ہے۔ مگر اب لوگ مسلمانوں کیساتھ ایک ملک میں امن کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتے ؛

دین اور دنیا کے حصول کیلئے اخلاق کی ضرورت ہے۔ بد اخلاق نہ لوگوں کے دلوں پر قابو پا سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالےٰ کی محبت ملسکتی ہے۔ اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ بڑے ہوکر تم بد اخلاقی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ایسا ہی آدمی بڑا ہوکر بد اخلاقی یا بری عادتیں نہیں چھوڑ سکتا۔ جیسا کہ ایک بڑے آدمی کا پاؤں چھوٹا نہیں کیا جا سکتا۔ اگر چھوٹے سے بچے کو لوہے کا جوتا پہنادیں تو پاؤں چھوٹے رہتے ہیں۔ لیکن اگر بڑے ہوکر پاؤں چھوٹے کرنے کی کوشش کریں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ ایسے ہی بڑے ہوکر بد اخلاقی چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ یہی زمانہ ہی جس وقت تم بیج بو سکتے ہو۔ اور اسکے بغیر تم دین اور دنیا میں کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ تم بچپن سے اپنے اخلاق ٹھیک نہ کرو۔

تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم کسی ملک کے بادشاہ نہیں وزیر نہیں افسر نہیں۔ ہم کیسے اپنے اخلاق ٹھیک کریں۔ لیکن تم اپنے دل کے بادشاہ ہو اور تم اپنے اخلاقوں کو کھیل کے میدان۔ سکول۔ اور بسٹڈی میں درست کر سکتے ہو مثلاً اگر تم فٹ بال کھیل رہے ہو۔ اور کوئی تم کو بڑی سختی سے شولڈر لگائے۔ تو تم اسکے ساتھ نرمی کرو۔ اور اپنے میں تحمل کی طاقت پیدا کرو اور عفو کرو۔ اگر تم اسوقت کھیل میں تحمل اور عفو کروگے۔ تو تم بڑے ہوکر بھی عفو کرسکوگے اور تم اپنے میں اخلاق کی ایسی طاقت پیدا کرو۔ کہ کوئی توڑ نہ سکے ؛

قادیان

خاکسار عبدالواحد جالندہری ففتھ ہائی کلاس

آزادئ مصر

آزادی مصر پر بعض نامور اخبارات میں مضامین شایع ہونے سے جو مسرت اہل ہند کو حاصل ہوئی ہے۔ وہ قابل بیان نہیں۔ یہ خوشی دو وجوہات پر مبنی ہے۔ ایک تو مسلمانوں کو اسلئے کہ مصر چونکہ ایک اسلامی ملک ہے۔ اسکی آزادی گویا اسلام کی فتح ہے۔ دوسری یہ کہ اس سے عام ہندوستانی اصحاب کے دل میں خیالات آزادئ موجزن ہوکر اس امر کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ مصر کی آزادی کیطرح ہندوستان کو بھی کسی آئندہ زمانہ میں آزادی کا شرف حاصل ہونا ممکنات سے ہوگیا ہے۔ اسلئے اگر آزادئ مصر ان صحیح معنوں میں ظہور پذیر ہوچکی ہے۔ تو پھر یہ خیالات نہایت ہی قابل قدر ہیں۔ مگر پیشتر اسکے کہ ہم کسی وہم و گمان میں پڑیں۔ ہمیں چاہیئے کہ چند واقعات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ قریباً پچاس سال کا عرصہ گذرا روم و روس میں جب جھگڑا تھا

تو اسوقت یورپین طاقتوں نے اپنی پالیسی کے مطابق ان میں ایک یا دوسری لڑنیوالی طاقت کی امداد شروع کردی تھی۔ ان میں سے انگلستان نے سلطنت ٹرکی کا دوستانہ ساتھ دیکر اپنی افواج روم کی حمایت میں روس کے ملک میں پہنچادیں تھیں۔ روس کی جنگ کے خاتمہ کے قریب انگلستان نے یہ

کہنے کیلئے کہ اونہیں عارضی طور پر اپنا ایک دستہ فوج مصر میں رکھنے کی اجازت دی جائے تاکہ اگر سلطنت روم کے امداد کی فوری ضرورت آن پڑے تو دور دراز مسافت طے کرنیکے بجائے مصر سے جلدی ہی پہنچ سکیں۔ اسکے بعد انگلستان نے اپنا عارضی دخل مصر پر کرلیا۔ کچھ دن تک تو مصر و دیگر اقوام یہ خیال کرتی رہیں۔ کہ کچھ دن کے بعد وہ مصر کو خالی کردینگے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان نے مصر میں اپنی طاقت بڑھانی شروع کردی۔ اور شاہ مصر کے اندرونی اقتدار کو قایم رکھتے ہوئے اوسکے گرد و نواح کے تمام چھوٹی بڑی ریاستوں سے جنگ یا پالیسی سے کام لیکر دور دراز تک انگلستان کا سکہ بٹھادیا۔ اور شاہ مصر کی وہ حالت ہوئی جیسا کہ غدر کے وقت سلطنت مغلیہ کی حالت پایہ تخت دہلی میں تھی۔ یعنی یہ کہ شہر دہلی کی فصیل کے باہر سلطنت مغلیہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا سکہ تمام گرد و نواح پر بیٹھا ہوا تھا۔

اب جبکہ فرانس۔ انگلستان اور جرمنی کے سازشی جنگ سے سلطنت عثمانیہ پاش پاش ہوکر خاک میں مل گئی ہے۔ اور اوسے اپنے محدود علاقہ کے باہر فوج کشی کرنیکی طاقت باقی نہیں رہی۔ مصر کی پالیسی کو بدلنے کا خیال دامنگیر ہونا لازمی ہوگیا بہ الفاظ دیگر مصر کا آزاد کردینا مناسب سمجھا گیا۔ مگر مشکل سوال جو ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے۔ کہ مصر کی آزادی کے معنے کیا ہیں۔ آیا شاہ مصر اور اسکے متعلقین کو پوری اور کامل اختیار اپنے ملک کے اندر عطا کی گئی ہیں۔ یا یہ کہ اوس انگریزی حکومت کو جو مصر کے اندر موجود ہے اور جسکا نام مصری گورنمنٹ یا مصر ہے۔ یہ آزادی دیگئی ہے۔ مصری گورنمنٹ کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ جیسے ملک ہندوستان میں گورنمنٹ انگلستان کا نام گورنمنٹ آف انڈیا یا ہندی حکومت ہے۔ ویسے ہی مصر میں بھی گورنمنٹ انگریزی مصری حکومت کہلاتی ہے۔ اگر اس قسم کی مصری گورنمنٹ کو با اختیار بنادیا ہو تو اوسکے معنے یہ ہیں کہ جیسے گورنمنٹ آف انڈیا کے حقوق میں اضافہ کردیا گیا تھا۔ ویسے ہی وہاں بھی مصر کو اختیار قانون سازی وغیرہ کے دیئے گئے ہیں۔

برخلاف اسکے اگر خود شاہ مصر کو فی الواقع آزاد کردیا گیا ہے۔ یعنی اوسے مطلق العنان سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی جب علاقہ مصر گرد و نواح کی حکومتوں سے عہد و پیمان کرنا منقطع کردیا گیا ہے۔ تو پھر مصر کی حالت بالکل سلطنت مغلیہ کے اوس آخری بادشاہ کی مانند ہے۔ جو دہلی کے اندر پوری طاقت رکھتا تھا۔ مگر باہر کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔ اور جس کی مثال اوس پرندہ کی سی تھی جو ایک خوفناک پنجرہ کے اندر بند ہوکر پانی اور دانہ کے کامل آزادی رکھتا ہو اگر ایسا نہیں تو کیا کوئی صاحب اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالکر مشکور فرماسکتے ہیں؟

(بدرالدین قریشی بیرسٹر لاہور)

چمڑے کی تجارت

انگریز تجاروں کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ دولت کو ترقی دینے کے لئے غیر ممالک کی تجارت کا اپنے ہاتھ میں لینا ضروری ہے۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ہر وقت ایسے تجاویز ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ جن سے اونکا یہ مقصد حل ہوتا رہے۔ چنانچہ اس اصول کی بنا پر اونہوں نے اپنا خیال اس طرف دوڑایا ہے۔ کہ ملک ہندوستان میں چمڑے کی تجارت بڑے فروغ پر ہے جسکا نتیجہ یہ ہے۔ کہ یہاں کے چمڑے کے تجار فروخت چمڑا سے خوب مالا مال ہورہے ہیں۔ اس تجارت کو روکنے اور چمڑے کی تجارت کے کل فائدہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے انہوں نے ایک ایسی کمپنی کی بنیاد ڈالی ہے جس نے صوبہ جات متوسط کے گورنمنٹ سے عہد و پیمان کرکے ایسے حقوق حاصل کرلئے ہیں۔ جس سے مقام رتونہ میں ایک ایسا کارخانہ قایم کیا جاوے۔ جہاں روزانہ اڑھائی ہزار گائے بیل و دیگر جانور ذبح کئے جاویں۔ اور گورنمنٹ متوسط نے اس خیال سے کہ اونکی قوم کے آدمیوں کو نقصان فروغ حاصل ہوگا۔ ایسے کارخانہ کی اجازت دے دی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ فعل سخت قابل اعتراض ہے۔ اور اوسکے وجوہات مفصلہ ذیل ہیں۔

اول یہ کہ ہندوستانی تجارت کا فائدہ ہندوستان ہی کے ہاتھ میں رہنے دینا ضروری ہے ہندوستان آگے ہی ایک ایسا ملک ہے۔ جس میں سخت بے سر و سامانی پھیلی ہوئی ہے۔ ہر قسم کی تجارت اس ملک کے دوسرے ممالک کے ہاتھ میں ہے۔ لاکھوں قسم کی

صنعتی اشیاء باہر سے آکر یہاں فروخت ہوتی ہیں۔ اور تمام منافع یہاں سے کھینچ کر دوسرے ملک مالامال ہو رہے ہیں۔ اور یہ ملک دن بدن کمزور اور غریب ہو رہا ہے اس ملک میں اب کسی قسم کی تجارت یا سوداگری نہیں رہی۔ جو شئے یہاں پائی جاتی ہے۔ وہ صرف قدرتی اشیاء مثلاً روئی۔ اناج چمڑا ہے۔ جس پر اس ملک کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اونہیں بہت ارزاں نرخ پر یہاں کے سوداگر باشندے فروخت کر کے قلیل نفع اٹھاتے ہیں۔ انگریز تجاروں کا خیال ہے۔ کہ یہ نفع بھی اوس ملک کے لوگوں کے ہاتھوں سے جاتا رہے۔ اور اس غرض سے اونہوں نے چمڑے کی کمپنی جاری کی ہے۔ جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک گورنمنٹ کا جس ملک میں وہ حکمران ہو یہ سب سے پہلا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے محکوم لوگوں کی مالی حالت کو درست کرے۔ اس لحاظ سے یہ مناسب تھا۔ کہ گورنمنٹ کسی غیر کمپنی کو خواہ وہ اوسکے اپنے ملک کی ہی ہوتی ہرگز اجازت نہ دیتی کہ ہندوستان کی تجارت کو ضعف نہ پہنچ جاوے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں

دوئم۔ انسان جو ۔۔۔۔ اشرف المخلوقات ۔۔۔۔۔۔۔ ہے اوسکے واسطے یہ ضروری ہے۔ کہ مخلوق خدا سے رحم و انصاف کریں۔ اور ان وحشیانہ و ظالمانہ طریقوں کو جو دنیا میں جاری ہوں۔ قلع قمع کریں۔ ایک ایسی حکومت پر جو اپنے تئیں مہذب و شائستہ سمجھتی ہو۔ اوس پر تو سب سے زیادہ لازمی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تا کہ خداوند تعالےٰ جس نے تمام جانوں کو پیدا کیا ہے وہ خوش ہو۔ بجائے اسکے اگر ظلم و ستم روا رکھا جاوے تو پھر انسان یا حکومت وحشی اور ظالم ہونگے۔ بہت سے لوگ اسوقت دنیا میں موجود ہیں۔ جو جانوروں کے مارنے کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے زندگی کو قایم رکھنے کی غرض سے پھل تری اور ہر قسم کی بے جان ہزاروں بلکہ لاکھوں اشیاء پیدا کر دیں ہیں۔ جن سے خوراک بہم پہنچائی جا سکتی ہے۔ تو پھر بے زبان حیوانات کا فناہ کر دینا کیوں ضروری سمجھا جاوے پس اس خیال سے ایک کمپنی کا اتنے ہزاروں حیوانات کے ہلاک کر دینے کی غرض سے جاری ہونا قابل اعتراض ہو سکتا ہے

سوئم۔ ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے۔ جو اہل ہنود کا گھر ہے۔ اور ان کے مذہبی عقائد بموجب گائے کا ذبح کرنا گناہ ہے۔ وہاں ایک عام حکم حکومت کی طرف سے جاری کر دینا کہ بلا خوف و خطر گائے ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہونگے۔ مناسب نہیں۔ انگریزی کمپنی یا حکومت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ باشندوں کے مذہبی عقائد کی پاس داری کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گی۔ تو لوگ سخت مضطرب ہونگے

چہارم۔ ہندوستان ایک دیہاتی ملک ہے۔ جہاں لوگ گھی دودھ پر لاکھوں کی تعداد میں گذارہ کر سکتے ہیں۔ اسلئے لازمی ہے۔ کہ یہاں گائے کی حفاظت کیجاوے اگر بجائے اسکے لاکھوں گائے کاٹ دی گئیں۔ تو پھر دودھ گھی کہاں سے آئیگا پس اسلئے بھی گائے کا محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور اس وجہ سے اس کو پاک حیوان مانا گیا ہے۔ ان وجوہات سے امید کی جاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کمپنی کو جس نے صرف اپنے ذاتی منافع کی اغراض سے چمڑا حاصل کرنا چاہا ہے۔ اجازت نہ دے گی ۔

فقط :۔

(بدرالدین قریشی براسٹر لاہور!!!)

مضمون نگار پیغامی یعنے سفید گلی کا تیلی!!

مکرم و معظم جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس خط کے ساتھ ایک مضمون اخبار میں شایع کرنیکے لئے بھیجتا ہوں جو کم فرصتی کی حالت میں بہت محنت سے میں نے لکھا ہے۔ اور اخبار پیغام بھی مجھکو بہت دیر کے بعد ملا اسوجہ سے جواب لکھنے میں دیری ہو گئی ہے اب آپ براے مہربانی مضمون جلد شایع کر دیں۔ تاخیر نہ ہونے دیں ورنہ اور زیادہ دیر ہو جائیگی۔ اور مضمون پہنچنے پر جو حالت بھی شایع کرنیکی ہو مجھکو اس سے ضرور اطلاع دیدیں۔ میں آپکا نہایت مشکور رہونگا

خاکسار چودہری سردار علی سکرٹری انجمن احمدیہ نیمچ

چودہری سردار علی صاحب نے ایک مضمون اخبار پیغام صلح کے متعلق لکھکر بھیجا تہا۔ جسکو آئے ہوئے بھی دیر ہوگی انکی یاددہانی پر میں اسکو محض چودہری صاحب کی خاطر شایع کر دیتا ہوں۔ مگر یہ یاد رہے کہ الحکم اب پیغامی پارٹی کو چنداں اہمیت نہیں دینی چاہتا اسلئے کوئی انکے متعلق مضمون نہ روانہ کریں بلکہ سلسلہ کی اصلاح و ترقی کے مضامین لکھکر بھیجیں مشکور ہونگا۔ والسلام

(شیخ محمود احمد)

عالم تغیرات اور از داد کے نظائر اور امثلہ پیش کر چکا ہوں۔ وعبرت انگیز ان لوگوں کے واسطے ہیں۔ جنہوں نے تاریخ پر نظر ڈالی ہو۔ کہ یہ سلسلہ زمانہ گذشتہ پر ہی نہیں ختم ہو گیا بلکہ علی الاعلان جاری ہے۔ تازہ بتازہ شواہد پیش کر رہا ہے۔ اب ہم اپنے ناظرین باتمکین کے سامنے جو نظیر انقلاب کی پیش کرنا چاہتے ہیں مناسب ہے

کہ لطفِ سخن کیواسطے ایک پرانی کہانی جو بوڑھیوں کی زبانی ہے۔ لکھیں۔ واہ۔ واہ۔ ہندا۔ ایک بادشاہ نے بازداروں کو حکم دیا۔ کہ تم ہما پکڑ کر لاؤ اگر تم نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو سخت سزا کے مستحق ہوگے یہ حکم انکے لئے ایک آفت ناگہانی تھی۔ جس سے بہت پریشان ہوئے۔ اور سوچنے لگے۔ انمیں سے ایک شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت سے چھ ماہ کی مہلت لے لو۔ جب چھ ماہ پورے ہونے میں ایک شب باقی رہگئی تو پھر وہی مصیبت کی کالی گھٹا آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ تو پھر اس پیرمرد کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت کل ہماری سزا کا دن ہے اسنے انکی تشفی کی اور کہا کہ بادشاہ سلامت سے عرض کرو۔ کہ ہم کو اور چھ ماہ کی مہلت درکار ہے بادشاہ جب تم سے دریافت کرے کہ اب چھ ماہ میں تم کیا کروگے۔ تو اس سے یہ عرض کرنا کہ خداوند نعمت پہلے اسکے مصاحبوں میں شکاری اور تیز پرندتھے۔ اب الو۔ گدھ اور کوّے ہیں۔ بعینہ اس نامہ نگار سے پیغامیوں کی وہی حالت معلوم ہوتی ہے اب ہم اس تمہید کے بعد اصل مضمون کو شروع کرتے ہیں جسپر آج میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک خبیث اور شقی القلب رکھنے والے منحوس پیغامی ابو خلیل نے پیغام نمبر۵ جلد۸ میں جناب مفتی محمد صادق صاحب کی توبہ کی سرخی میں مضمون لکھکر بہت ہی بدزبانی کی ہے۔ اور ہم اس مضمون کے ذریعے سے اسکی باتوں کا جواب دیتے ہوئے اسبات کا بھی اظہار کرینگے کہ یہ شخص کس قماش کا انسان ہے۔ اب ہم ناظرین کو وہ وجوہ بتاتے ہیں۔ جو اس نامہ نگار نے اپنے مضمون میں جناب مفتی صاحب کی توبہ کی بیان کئے ہیں۔

پہلی وجہ اس نے یہ پیش کی ہے۔ کہ جناب مفتی صاحب جب تک لندن میں رہے بجائے دین محمدی کی تبلیغ کے انہوں نے اپنے اختراعات سے کام لیکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام کو نبوت کا منصب دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کی اس مضمون میں نااہل اور بدبخت پیغامی نے حضرت مرزا صاحب کو بطور نبی پیش کرنا جناب مفتی صاحب کی اختراع بتائی ہے۔ اس بے لگام نے جناب مفتی صاحب پر ہی حملہ نہیں کیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی سخت چوٹ کی ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اب ہم بطور نمونہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں سے چند حوالے پیش کردینے کافی سمجھتے ہیں۔ شاید وہ حوالے اس پیغامی کو اپنی عقل و فہم درست کرنے میں مدد دیں اور یہ کہنا اس سے چھوٹ جاوے کہ جناب مفتی صاحب نے اختراع کی ہے۔ بلکہ جناب مفتی صاحب کے عقائد عین مسیح موعودؑ کے عقائد ہیں۔ اور جناب مفتی صاحب ہمیشہ سے وہی زندہ اسلام پیش کرتے رہے ہیں۔ جس اسلام کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبعوث ہوکر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہاں تمہارے عقائد جن پر تمہیں ناز ہے۔ ان پر ہم ہزار لعنتیں بھیجتے ہیں۔ اور یہی عقاید غیر مبائعین کو جہنم کی آگ میں جھونک دینگے۔ جیسا کہ قرون اولے کے لوگ اپنے بدعقائد کی وجہ سے جھونکے گئے ہیں اب ہم یہاں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں سے حوالوں کو درج کرتے ہیں:

پہلا حوالہ نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے۔ جس کے ذریعے سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کیطرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں۔ کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں۔ تو اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں۔ تو میں کیونکر رد کردوں۔

دوسرا حوالہ اور جس جس جگہ بھی میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ (یعنی براہ راست نبی نہیں ہوں) مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اسکا نام پاکر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا:

تیسرا حوالہ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسکو پکارا جاوے۔ اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہیں۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے

چوتھا حوالہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور دوسری وحی الٰہی اور تیسری مسیح موعود ہونیکا دعویٰ تھا۔ اب میں انہی حوالوں پر اکتفا کرتا ہوا جناب ابو خلیل جسکے ساتھ مولوی صاحب کا بھی دم چھلا لگا ہوا ہے۔ جو بعینہ شیطان مجسم ہے پوچھتا ہوں۔ کہ اب بھی ان حوالوں کو پڑھکر تمہیں سرابسگی سے نجات ملیگی۔ یا نہیں یا افتراء پردازی کو نہیں ایسا بھوت تمہارے سر پر سوار ہوگیا ہے۔ جو بغیر ڈنڈے علمی کھانے کے اسکا اترنا محال ہے۔ تو آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم بفضل خدا اسکے لئے بھی تیار ہیں کیونکہ یہ مثل مشہور ہے۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے: (باقی آئندہ)

(خاکسار چودھری سردار علی احمدی لمبیگی)